سرد جنگ کے دوران نیٹو کی صورت میں یورپی یونین اور امریکا کے مابین دفاعی تعلقات

فاطمہ آغا شاہ*

ABSTRACT:

NATO (North Atlantic Treaty Organization) was established in 1949, comprising America, Canada and other western European countries. It has been expanded many times since its establishment. NATO is such kind of military alliance which under America's leadership ruling all over the world. There is no doubt that is helped to maintain peace in Europe which resulted positively to gain stability; these countries utilized there resources for the further development. Although, the objectives of NATO have been successfully achieved, though this debate is still continue. The aim of this paper is to discuss strategic relations within the NATO, between EU and America and the need of NATO's existence. It is also considered to highlight the NATO's "out of area operations" in the sense of Pakistan, Afghanistan and Balkan.

خلاصہ:

نیٹو (معاہدہ شمالی اوقیانوس) ۱۹۴۹ میں بننے والی ایک ایسی تنظیم ہے جس میں امریکا اور کینیڈا سمیت تمام مغربی یورپی ممالک شامل ہیں۔ اپنی ابتدا سے لے کر اب تک یہ تنظیم کئی بار توسیع کے مراحل سے گزر چکی ہے۔ نیٹو ایک ایسا فوجی اتحاد ہے جو امریکا کی سرپرستی میں پوری دنیا میں فوجی حکمرانی کر رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نیٹو تنظیم کی وجہ سے یورپ میں امن کو استحکام حاصل ہوا اور یورپی ممالک کو اپنی سلامتی کے مسائل سے بے فکری حاصل ہوئی۔ اور ان ممالک نے اپنے وسائل تعمیر و ترقی کے لیے وقف کر دیے۔ گو کہ وہ مقاصد پورے ہو چکے ہیں جن کی وجہ سے اس تنظیم کا وجود عمل میں آیا۔ پھر بھی اس تنظیم کے جواز اور عدم جواز کی بحث جاری ہے۔ زیر نظر مقالے میں یورپی یونین اور امریکا کے مابین دفاعی تعلقات اور نیٹو کی ضرورت کے ساتھ ساتھ نیٹو کے out of area operations کو لے کر بلقان، پاکستان اورافغانستان پر بحث کی گئی ہے۔

* ایریا اسٹڈی سینٹر برائے یورپ، جامعہ کراچی، fatima-agha@hotmail.com

تاریخِ موصولہ: ۵ مارچ ۲۰۱۰ء

تعارف:

انسانی تاریخ میں افراد و اقوام کے مابین بے شمار معاہدے طے پائے۔ان میں سے بہت سے معاہدے کامیابی سے ہمکنار ہوئے تو کچھ معاہدے ناکامی کا شکار بھی ہوئے۔ کچھ معاہدوں کو مثالی حیثیت بھی حاصل ہوئی۔ایسا ہی ایک معاہدہ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکا اور اس کے اتحادی ممالک کے مابین ہوا۔ جسے معاہدہ شمالی بحراوقیانوس کا نام دیا گیا اور عرف عام میں اسے نیٹو کہا جاتا ہے۔

اس معاہدے پر ۴، اپریل ۱۹۴۹ میں واشنگٹن میں بیلجئیم، کینیڈا، ڈنمارک، فرانس، اٹلی، آئس لینڈ، لکسمبرگ، نیدرلینڈ (ہالینڈ)، ناروے، پرتگال، برطانیہ اور امریکا نے نارتھ اٹلانٹک علاقوں میں امن اور سلامتی کو آگے بڑھانے کے لیے دستخط کیے۔(۱) اس کے علاوہ یونان اور ترکی نے ۱۹۵۲ میں اس میں شمولیت اختیار کی۔مغربی جرمنی ۱۹۵۵ میں اور اسپین ۱۹۸۲ میں اس کا رکن بنا۔ ۱۹۹۰ میں جب جرمنی متحد ہوا تو مشرقی جرمنی بھی نیٹو کا حصہ بن گیا۔ ۱۹۹۹ میں چیک ریپبلک، ہنگری اور پولینڈ اس کے رکن بنے۔ ۲۰۰۴ میں اس کا دائرہ بڑھاتے ہوئے بلغاریہ، اسٹونیا، لیٹویا، رومانیہ، لیتھونیا، سلوواکیہ اور سلووینیا کو اس میں شمولیت دی گئی اور ۲۰۰۹ میں البانیہ اور کروشیا نے اس تنظیم سے وابستہ ہو کر اس کی کل تعداد ۲۸ کر دی۔ مقدونیہ کو فی الحال فہرست میں شامل نہیں کیا گیا (۲)

اس تنظیم کو دو مقاصد کے پیشِ نظر بنایا گیا۔اول جرمنی کو طاقت کے حصول سے روکنے کے لیے اقدامات کرنا اور دوم مغرب کو روس کے ممکنہ خطرے سے بچانا۔مغربی ممالک امریکی ایٹمی برتری کی بدولت عالمی سیاست میں توازن پیدا کرنے کے لیے امریکا کے زیرِ اثر نیٹو کی تنظیم قائم کرنے پر متفق ہو گئے تھے۔اس معاہدے کے قیام کی اصل وجہ یہ تھی کہ روسی افواج مشرقی یورپی ممالک سے واپس نہیں جا رہی تھیں۔ جبکہ امریکا اپنی افواج کو واپس بلا چکا تھا۔اس طرح مغربی ممالک کی دفاعی ساخت کمزور ہو رہی تھی۔

نیٹو کے قیام کے ایک سال بعد یعنی جنوری ۱۹۵۰ میں امریکا نے آٹھ یورپی اتحادیوں کے ساتھ دوطرفہ معاہدے کیے۔ جن کی بناء پر امریکی ہتھیار اور طیارے یورپ میں آنے لگے۔یورپیوں کو سوویت یونین سے جو خدشہ لاحق تھا اس کی وجہ سے وہ چاہتے تھے کہ امریکی دستے یورپ میں رہ کر انہیں تحفظ فراہم کریں۔یورپیوں کو اصل تحفظ اپنی فوجی صلاحیتوں کی بناء پر حاصل نہیں ہوا بلکہ امریکی فوجی یا نیوکلیائی طاقت کی بناء پر حاصل ہوا اور وہ اپنے تحفظ کے لیے امریکا پر انحصار کرنے لگے۔(۳)

درج ذیل سطور میں ہم نیٹو میں پہلے یورپی ممالک اور امریکا کے کردار کا جائزہ لیں گے۔

نیٹو میں یورپی ممالک کا کردار:

نیٹو اتحاد میں برطانیہ اپنا کردار بڑی کامیابی کے ساتھ ادا کر رہا ہے۔اور Consensus Builder کی حیثیت رکھتا ہے۔یہی برطانوی حکمت عملی کی اہم خصوصیت ہے۔(۴) وہ ایک نیوکلیائی رکن ہے۔فرانس کے برعکس برطانیہ یورپ

تحفظ کے حوالے سے نیٹو میں اپنا اہم کردار ادا کرتا ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ اس کی حیثیت دوسرے فیصلہ کن مرکز (Second Centre of Decision Making) کی ہے جس کی وجہ سے سابقہ سوویت یونین کو نیٹو کے حوالے سے کیے جانے والے مشاہدات میں مشکل پیدا ہوئی۔ برطانیہ اپنی دہری پالیسی کی بناء پر نیٹو کے ذریعے اپنے اور یورپ کے اجتماعی تحفظ کے سلسلے میں بھرپور کوششیں کرتا رہا ہے۔ برطانیہ بھی صرف اپنے تحفظ کی ہی نہیں بلکہ اجتماعی یورپی تحفظ کی بات کرتا ہے۔(۵)

برطانیہ نیٹو کی ہر طرح کی کارروائیوں اور فوجی آپریشن کی حمایت کرتا ہے اور ہر طرح کے سیاسی اصولوں کے تحت جو کسی بھی دو ممالک کے درمیان طے پاتے ہیں ان کے مطابق کام کرتا ہے۔(۶) نیٹو کی حکمت عملی بنانے میں برطانیہ اور جرمنی دونوں کا بہت عمل دخل ہے۔ خصوصاً برطانیہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کے فیصلے ہمیشہ درست ہوتے ہیں اور خصوصی طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔(۷)

برطانوی حکومت کے خیال میں نیٹو اتحاد کے ذریعے سرد جنگ کے دوران وہ اپنے خاص مقاصد حاصل کر چکے ہیں۔ جبکہ امریکا کے اپنے تحفظات ہیں۔ امریکیوں کے مطابق امریکی یورپ کے ساتھ منسلک ہیں اور جرمنی بھی امریکی منصوبے سے متفق ہیں کہ کس طرح مغربی یورپ کے دفاع کو ممکن بنایا جا سکے۔(۸)

نیٹو میں جرمنی کا کردار ایک مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ جرمنی کے بغیر نیٹو کو برقرار رکھنا تو اصولی طور پر ممکن ہے لیکن امریکا کے بغیر وسطی یورپ کا دفاع ناقابل قیاس ہے اور اگر امریکی فوج کو یورپ کی سلامتی کے لیے یورپ میں رہنا ہے تو اسے جرمنی میں رہنا چاہیے۔ سرد جنگ کے زمانے میں نیٹو کی مشرقی یورپ کے خلاف کی جانے والی تمام کاروائیاں براستہ مغربی جرمنی کی گئیں۔ تمام طرح کے بڑے اور درمیانی طرح کے Intelligence Operation ناروے، مغربی جرمنی، یونان، شمالی ترکی کے ذریعے اور مزید سٹلائٹ اور دیگر فوجی آلات کے ذریعے کیے گئے۔ ابتدائی طور پر جرمنی نیوکلیائی ہتھیاروں کے حوالے سے سخت خوفزدہ تھا۔ خصوصاً سوویت یونین سے۔ اور وہ طویل جنگی کاروائیوں کے حق میں نہیں تھا۔ پوری سرد جنگ کے دوران جرمنی یورپی نیوکلیائی حوالے سے اپنے خدشات کو ظاہر کرتا رہا۔(۹)

مغربی یورپ میں امریکا اور برطانیہ کے ساتھ ساتھ فرانس بھی ایک نیوکلیائی طاقت ہے۔ جو طویل حد تک نیوکلیائی میزائل اور بم داغنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ برطانیہ نیوکلیائی ہتھیاروں کو نیٹو کی چھتری تلے استعمال کرنے کا حامی ہے۔ جبکہ دوسری طرف فرانس اپنے نیوکلیائی ہتھیاروں کو ایک انفرادی ضرورت سمجھتا ہے۔ اور وہ نیٹو کی ملٹری فورسز کا روایتی رکن نہیں ہے۔(۱۰) باقی یورپی ممالک کے مقابلے میں فرانس سب سے زیادہ احتجاج کرنے والا ملک تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ نیوکلیائی مسائل یا پالیسی ترتیب دینے میں اس کا بھی کردار ہو۔ برطانیہ نے اپنی دفاعی افواج نیٹو کے سپرد کر دیں لیکن فرانس مزید تحفظ کو بڑھانے کے حق میں نہیں تھا۔ لہٰذا فرانس کے جنرل ڈیگال نے ۱۹۶۶ میں نیٹو کی کمانڈ سے علیحدگی اختیار کر لی۔(۱۱) مگر وہ ادارے کا رکن رہا۔

فرانسیسی صدر متراں یورپی یونین کے دیگر ارکان کو اس بات پر قائل کرنے میں ناکام رہے کہ اب یورپ کو نیٹو سے الگ ہوکر ایک اپنا دفاعی نظام قائم کرنا چاہیے۔ ان کے جانشین ژاک شیراک اس خیال کی تائید حاصل کرنے کے لیے اسے نیٹو میں ضم کرنے پر رضامند ہو گئے۔ یہ سمجھوتہ جون ۱۹۹۶ میں برلن میں ہوا۔ دسمبر ۱۹۹۶ میں فرانس اور جرمنی کے مشترکہ اعلامیے میں اس بات پر زور دیا گیا کہ ٹرانس اٹلانٹک تعلقات مستقل نوعیت کے ہیں۔ جب فرانس نے نیٹو کے دفاعی وزراء کی کونسل اور اس کی فوجی کمیٹی میں دوبارہ شمولیت اختیار کی تو ژاک شیراک نے تجویز پیش کی کہ اسے کمانڈ اسٹرکچر میں نمائندگی ملنی چاہیے جسے امریکا نے مسترد کر دیا۔(۱۲)

فرانس نیٹو کے دیگر ممالک کی طرح اپنے کردار کو واضح کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ اپنے مفادات کے ساتھ اس اتحاد میں اہم کردار ادا کرتا رہے۔(۱۳)

سابقہ سوویت یونین کے ماہرین کی نظر میں نیٹو کے یورپی ممالک کا مقصد امریکا سے صرف دفاعی مدد حاصل کرنا ہی نہیں بلکہ افرادی قوت بھی حاصل کرنا تھا تاکہ نیٹو افواج کے ذریعے سوویت یونین کی بری افواج کا مقابلہ کیا جا سکے۔ یورپی اتحاد کا مقصد نیوکلیائی ہتھیاروں کے ذریعے سوویت افواج سے بچاؤ بھی تھا جن کے حوالے سے امریکا اور مغربی یورپ کو خدشات تھے۔(۱۴)

دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ مغربی یورپ نے کسی بھی سطح پر مغربی پالیسیوں اور کارروائیوں کے برخلاف فیصلے کا حق بھی محفوظ رکھا ہے۔ مثال کے طور پر ایران اور افغانستان کے حوالے سے امریکی پالیسی کے ساتھ متفق نہ ہونا۔(۱۵) اور اس وقت نیٹو اور امریکا کو مغرب میں تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

نیٹو میں امریکا کا کردار:

معاہدہ شمالی اوقیانوس (نیٹو) دراصل دوسری جنگ عظیم کے بعد مشرقی یورپ میں کمیونسٹ اثرات کے خاتمے کے پیش نظر امریکا کی سرکردگی میں قائم کیا گیا تھا۔ اگر نیٹو کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہر لمحے احساس ہوتا ہے کہ قیام سے لے کر اب تک امریکا یورپی معاملات میں ثالث بنا رہا ہے۔(۱۶) جس کا سب سے بڑا ثبوت مارشل پلان ہے۔ گوکہ مارشل پلان ۱۹۴۷ میں بن چکا تھا۔ دراصل دوسری جنگِ عظیم کے بعد امریکہ نے یورپ کے معاملات میں ملوث ہونے کے لیے پہلا قدم مارشل پلان کی صورت میں ہی اٹھایا تھا اور وہیں سے امریکی خارجہ پالیسیوں میں اہم تبدیلیاں ہونا شروع ہو گئیں۔ امریکا نے بعد میں سینٹ سے اس کی اجازت بھی لے لی کہ امریکا علاقائی دفاعی تنظیموں میں شامل ہو سکتا ہے۔ امریکا کے اس اقدام کا عالمی سیاست پر گہرا اثر پڑا۔ یہاں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس اجازت کا بعد میں امریکا نے غلط فائدہ اُٹھانا شروع کر دیا اور out of area operations اسی کی ایک کڑی نظر آتی ہے۔

۱۹۴۵ کے بعد امریکی پالیسیوں کا سب سے اہم مقصد سوویت یونین کے مقابلے میں اپنی روایتی اور نیوکلیائی طاقت

کی برتری قائم کرنا تھا۔ (۱۷) یہ اتحاد بہت ہی وسیع بنیادوں کے ساتھ امریکا کے زیر سایہ پروان چڑھا۔ ۱۹۷۸ میں نیٹو سربراہان نے سوویت فوج کی حقیقت کو قبول کرلیا اور نیٹو کے ذریعے اپنی دفاعی ضروریات کی بناء پر امریکا کے ساتھ سمجھوتہ کرلیا۔ نیٹو کے فیصلے نہ صرف فوجی اور دفاعی حد تک تھے بلکہ یہ مغربی یورپ کے لیے ایک اہم شناخت بن گئے اور اس براعظم کی امریکی پالیسیوں کے ساتھ عہد وفا پوری دنیا کے لیے اہم پیغام ہے۔ (۱۸)

نیٹو کے ذریعہ امریکا نے پہلی دفعہ اس بات کی ضمانت دی کہ وہ یورپ کو تحفظ فراہم کرے گا۔ اور ضرورت پڑنے پر نیو کلیائی طاقت کا بھی استعمال کریگا۔ لیکن یہ بات زیادہ تر یورپیوں کے لیے مشکوک تھی۔ (۱۹) کیونکہ امریکا کا یورپ کو تحفظ دینے کے پس پشت اہم مقصد یورپ کے اندر سوویت یونین کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ کو بتدریج کم کرتے ہوئے ختم کرنا تھا۔ جس میں امریکا کامیاب رہا۔

امریکا نے نیٹو کی تشکیل کے لیے قدم اٹھایا اور بعد ازاں دیگر طاقتور رکن ممالک اس کی تشکیل کے لیے متفق ہوئے۔ یہ اتحاد بین الاقوامی نظاموں میں سنگ بنیاد ثابت ہوا۔ نیٹو روس کے اثر ورسوخ کو کم کرنے میں اہم ستون ثابت ہوا اور سوویت یونین کو بین الاقوامی سطح پر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ نیٹو کی تشکیل کے دوران ہی مغربی یورپ کو اقتصادی طور پر پھلنے پھولنے کا موقع ملا اور امریکا کو اب تک اس اتحاد میں انفرادی حیثیت حاصل ہے۔ (۲۰)

ماہرین کے خیال میں فرانس جنگ کے دنوں میں ہمیشہ امریکا اور برطانیہ کے ساتھ مشاورت میں شامل ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ برطانیہ اور فرانس مغربی یورپ کی دو ایسی طاقتیں ہیں جو امریکی اجازت کے بغیر اپنے نیوکلیائی ہتھیاروں کو باآسانی استعمال کرسکتی ہیں۔ (۲۱) باوجود اس کے کوئی بھی ملک امریکا میں موجود اس کی نیوکلیائی طاقت کو نظر انداز نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یہ سب نیٹو نیوکلیائی طاقت کا حصہ ہیں۔ (۲۲)

سرد جنگ کے دوران امریکا کی اہمیت مغربی یورپ کے تحفظ کے لیے بہت ضروری تھی اس کی تین وجوہات تھیں۔

پہلی وجہ: اس لیے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکا کی موجودگی نے نہ صرف یورپ کو اندرونی حریفوں سے زیادہ تحفظ فراہم کیا بلکہ اس نے سوویت یونین کو بڑھنے سے بھی روکا۔ ایسے واقعات بھی تاریخ کا حصہ ہیں کہ بہت سے یورپی ممالک اور اقوام آپس میں لڑتے رہے ہیں۔ لیکن یہ سب بیسویں صدی میں ہوا تھا جس میں انہوں نے ایک دوسرے کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا تھا۔ اور پانچ سو سالہ دنیا کی حاکمیت ختم ہوگئی تھی۔ دنیا کی دو عظیم جنگوں کے پیچھے جرمنی کی بڑھتی ہوئی طاقت ہی تھی جس نے یورپ کو تقریباً تباہ و برباد کر دیا تھا اور جس نے دنیا کی دونئی بڑی طاقتوں کو اس خلاء کو پر کرنے کا راستہ دکھایا۔ نیٹو جس کی بنیاد ۱۹۴۹ میں رکھی گئی تھی، جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ نیٹو کے مقاصد میں ایک مقصد جرمنی کو زیر کرنا بھی تھا۔ جو کہ بنیادی طور پر صحیح تھا۔ جرمنی کو دوبارہ معاشی اور دفاعی طاقت کی اجازت دینے سے پہلے یقیناً جرمنی پوری طرح زیر اثر تھا۔ یہ سب مل جل کر کیا گیا تھا۔ جس میں نیٹو اور بڑی یورپی اقتصادی یونین جو کہ بعد میں سیاسی یونین بھی بن

گئی، شامل تھیں۔امریکا نے کبھی بھی یورپی سیاسی اتحاد کے راستے میں مسائل پیدا نہیں کیے بلکہ اس نے چار دہائیوں تک یورپ کو آگے بڑھانے میں مدد فراہم کی تاکہ یورپ سوویت یونین کے خلاف ایک طاقتور اتحادی بن کر ابھرے۔(۲۳)

مغربی یورپ اور امریکا کے درمیان مفادات کے تنازعات ۸۰ کی دہائی میں سامنے آئے۔۱۹۸۰ کی ابتداء میں امریکا نے بے شمار یورپی پالیسیوں کو اپنے مفادات کے خلاف جانا اس لیے امریکا یورپ کے خلاف ان تنازعات کا سدباب کرنا چاہتا تھا۔سرد جنگ کے اختتام تک امریکی اور یورپی افواج کی صلاحیتوں میں ایک واضح خلاء پیدا ہوا۔یورپی اور امریکی افواج بمشکل ہی اس قابل تھیں کہ وہ مل کر کسی بھی فوجی آپریشن کو جاری رکھ سکیتیں۔یہاں مسئلہ اگر صرف یورپی تحفظ کا ہوتا تو یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا۔لیکن اس خلاء کو نظرانداز کر کے یورپیوں کی فوجی قوت اثر انداز ہو رہی تھی۔کیونکہ بہت سارے امریکی یورپیوں کو فوجی تعاون میں بہت عرصے تک سنجیدگی سے نہیں لینا چاہتے تھے۔وہ ان کو برابری کی بنیاد پر صرف اتحادی شراکت دار سمجھتے تھے۔ان حالات میں کسی بھی مؤثر کردار کو روکنا یورپ کے لیے خاص کر امن وامان قائم رکھنا ان کے خطے سے باہر مشکل تھا۔(۲۴) **دوسری وجہ:** نیٹو ہمیشہ ہی ایک فوجی اتحاد نہیں تھا بلکہ سیاسی اتحاد بھی تھا۔جس کی بنیاد جمہوریت اور آزادی کی مشترکہ اقدار پر تھی۔کیونکہ امریکی یورپی تعلقات میں مشترکہ اقدار ایک ضروری عنصر تھا۔اور نیٹو سیاسی Consultation کے لیے ایک اہم چینل تھا جو کہ آج بھی باقی ہے۔اور **تیسری وجہ:** دوسری جنگ عظیم کے بعد یورپ نے جو اپنی اقتصادیات کو بحال کیا اور کامیابی اور ترقی حاصل کی وہ پہلے تو امریکی امداد (مارشل پلان) کے ذریعے ممکن ہوئی اور پھر دوسرے اس تحفظ کی وجہ سے جو امریکی فوجی قوت نے یورپ کو نیٹو کے فریم ورک میں رہتے ہوئے فراہم کیا۔(۲۵)

نیٹو کی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ نیٹو ممالک میں امریکا کا کردار سب سے اہم ہے۔جو ۱۹۸۹ میں کمیونزم کو شکست دینے کے بعد مزید واضح ہو گیا۔امریکا نے یورپ کے ساتھ ساتھ دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی نیٹو کے ذریعے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرنے کی کوشش کی۔وہ کوشش چاہے بحالی امن کے لیے ہو یا جنگ بندی کے لیے یا پھر کسی ملک کو ''آزاد'' کرانے کے لیے۔

۱۹۸۹ میں دیوار برلن کے منہدم ہو جانے اور اس کے بعد سوویت یونین کے خاتمے سے بین الاقوامی نقشے میں بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔جس نے مغربی یورپ کی ترجیحات کو ایک نئی شکل دی۔اور اس کے انفرادی بین الاقوامی کردار اور بحثیت سپر طاقت اس کے کردار کو نمایاں کیا۔وقتاً فوقتاً بین الاقوامی نظام میں پیچیدگی بڑھتی گئی۔اور بے شمار قسم کے چیلنجز بڑھتے ہی چلے گئے اور یہ خصوصاً یورپ کے مشرقی اور جنوبی علاقوں میں پیدا ہوئے اور خاص طور سے تحفظ کو استحکام ملا۔(۲۶) بین الاقوامی آرڈر کے باعث سیاسی اور اقتصادی تنازعات کو جلا ملی اور تحفظ انتظام کی ضرورت ناگزیر ہوئی جس کی وجہ سے اپنی اپنی فوجی طاقت کو مضبوط کیا جانے لگا اور اس کے باعث فوجی طاقت کے مقاصد نے ایک نئے چیلنج کو پروان چڑھایا۔اور جوابی حملے، دھمکانے اور ایک ساہ آرڈر کے ذریعے نہیں بلکہ حفاظتی تعلقات کے باعث فیصلے ہونے لگے۔(۲۷)

سرد جنگ کا خاتمہ اور نیٹو:

نیٹو کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ بین الاقوامی سطح پر بے شمار معاہدات تشکیل دیے گئے جو اپنے مقاصد حاصل کرنے یا نہ کرنے کے بعد اختتام پذیر ہوگئے۔اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نیٹو کے حوالے سے ایسی کوئی پیشگوئی نہیں کرسکتے۔تاہم یہ اتحاد ایک طویل عرصے سے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے بخیر وخوبی رواں دواں ہے۔(۲۸)

معاہدہ نیٹو کے تحت مغربی یورپ کو تحفظ کے حوالے سے یقین دہانی ہوئی اور مستقبل میں بھی امریکی وعدے پورے ہوتے نظر آتے ہیں۔اسی طرح سرد جنگ کے دوران بھی یہ دیکھا گیا کہ جب یورپیوں نے یہ خیال کیا ہو کہ وہ امریکا کے بغیر سوویت یونین کو شکست دے سکتے ہیں۔(۲۹)

دیوار برلن کے منہدم ہونے اور مشرقی اور مغربی سرحدوں کے ایک ہوجانے کے ساتھ ہی یورپ میں ایک بڑی تبدیلی کی ابتدا ہوگئی۔نیٹو ایک ایسی تنظیم ہے جو سرد جنگ کے بعد بھی اہمیت کے حامل ایک بین الاقوامی اتحاد کے طور پر جانی جاتی ہے۔(۳۰)

سرد جنگ کے ختم ہونے کے بعد کچھ عرصہ یہ بحث ضرور چلی کہ نیٹو کی اب ضرورت ہے کہ نہیں۔مگر پھر ۱۹۹۰ میں اسکاٹ لینڈ میں نیٹو کے وزراء خارجہ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے سابقہ برطانوی وزیراعظم مارگریٹ تھیچر نے سوویت یونین کے ساتھ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد نیٹو کی توجہ یورپ سے ہٹاتے ہوئے کہا کہ ''دنیا کے سلگتے ہوئے خطوں مثلاً مشرق وسطی میں موجود خطرات سے کامیابی سے نمٹنے کے لیے نیٹو کو اپنی توجہ مرکوز کرکے خود کو مضبوط کرنا چاہیے۔وارسا پیکٹ کے خاتمے کے بعد نیٹو کو ختم کرنے کے بجائے اس کی افواج کو نیٹو کے علاقے یعنی یورپ اور بحیرہ اوقیانوس سے باہر استعمال کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔کیونکہ سرد جنگ ختم ہونے کے بعد دوسرے قسم کے خطرات جو کہ اسلامی جارحیت (Islamic Militancy) اور Non-State Actors سے اور مختلف علاقوں سے اٹھ سکتے ہیں، ان سے نپٹنا یورپ اور ان کی تہذیب کی بقاء کے لیے بہت ضروری ہے''۔تھیچر نے جو تصور پیش کیا بعد میں نیٹو کے وزرائے خارجہ کی میٹنگ میں زیر بحث لایا گیا۔(۳۱)

۱۹۹۱ میں امریکا نے ٹرانس اٹلانٹک شراکت داری کو استحکام بخشا۔خصوصاً تحفظ کے معاملات میں اعتماد بحال ہوا۔امریکا نے یورپی انضمام کو تقویت بخشی اور نیٹو کے ذریعے یورپ کے تحفظ کے معاملات احسن طریقے سے حل کیے۔(۳۲) اس اتحاد نے ابتدائی سالوں میں بروقت فیصلوں کے ساتھ ساتھ بحرانوں پر قابو پانے کے لیے بھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔(۳۳)

موجودہ حالات میں اکثر روسی دانشور نیٹو کے مشرق کی جانب پھیلاؤ کے حقیقی مضمرات کا ادراک رکھتے ہیں۔روس میں ''غیر یقینی صورتحال'' کی موجودگی کو نیٹو کے پھیلاؤ کا جواز بنانا کسی کو بھی قائل نہیں کرتا۔ماضی میں سوویت یونین اور اس کی سرکردگی میں اشتراکی ممالک کے مضبوط فوجی بلاک معاہدہ وارسا کی موجودگی نیٹو کی مضبوطی کو بہرحال ایک جواز فراہم کرتی

تھی۔ جبکہ آج کا کمزور روس فی الحال کسی مغربی طاقت کے لیے خطرہ نہیں۔ امریکا نیٹو میں قائدانہ حیثیت کا حامل ہے۔ اس لیے ہنری کسنجر نے ایک کتاب "Does America need a foreign policy" لکھ کر نیٹو کی اہمیت کو اجاگر کیا۔(۳۴)

کمیونزم کے خاتمے کی وجہ سے مشرقی اور مغربی سرحدوں کا فرق مٹ گیا اور یورپی ممالک نے اس بات پر اتفاق کیا کہ سرد جنگ کے دوران دونوں اطراف کے یورپی ممالک کے درمیان پیدا ہونے والی رنجشوں اور تنازعات کو ختم کر کے آپس میں دوستی، ہم آہنگی اور شراکت داری قائم ہونی چاہیے۔(۳۵) اسی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انہوں نے ''نارتھ اٹلانٹک کوآرڈی نیشن'' بنائی۔ اس گروپ میں وارسا پیکٹ کے رکن ممالک بھی شامل تھے۔ مثال کے طور پر البانیہ جو ایک کمیونسٹ ملک تھا۔ اس گروپ میں شمولیت کا خواہش مند تھا۔ یہ اس بات کی غمازی ہے کہ یہ اتحاد انتہائی مشہور اور دلچسپی سے مزین تھا اور دیگر ممالک بھی اس میں شمولیت کے خواہش مند تھے۔ ان حالات نے یورپ کے اس اتحاد کو وسعت اور جلا بخشی۔ اور یہ پہلی دفعہ ایسا فورم ثابت ہوا جس پر یورپ کے بیشتر ممالک متحد ہوئے اور ان کے درمیان شراکت داری کی ایک نئی تاریخ رقم ہوئی جس سے متحد یورپ میں ایک مضبوط اور مساوی تعاون کا آغاز ہوا۔(۳۶)

نیٹو کے مقاصد سرد جنگ کے بعد اور سرد جنگ سے پہلے:

تقابلی جائزہ:

اگر ہم نیٹو کے قیام کے مقاصد کے پس منظر اور پیش منظر کا جائزہ لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ روسی استعمار کے خاتمے کے بعد یورپ میں معاہدہ شمالی اوقیانوس کی تنظیم نیٹو کے وجود کے جواز عدم جواز کی بحث جاری رہی۔ جیسے پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ یورپی ممالک کا یہ دفاعی اتحاد بنیادی طور پر روسی کیمونزم کے خلاف بنایا گیا تھا تا کہ ممکنہ روسی جارحیت کا موثر طور پر مقابلہ کیا جا سکے۔ ایک خفیہ مقصد جرمنی کے زوال کی نگرانی بھی تھا۔ روسی خطرے کے خاتمے سے اس دفاعی معاہدے کی حیثیت ختم ہوگئی اور دفاعی مبصرین نے نیٹو کے وجود کو غیر ضروری قرار دے دیا۔ لیکن پھر نیٹو کو عالمی سلامتی کے لیے ضروری خیال کیا گیا اور اسے مزید ذمہ داریاں سونپنے اور اس کی ازسرِ نو اہمیت اور مزید وسعت دی گئی۔(۳۷)

وارسا پیکٹ کے خاتمے کے بعد نیٹو نے نئے سرے سے اپنی پالیسیوں کو ترتیب دیا۔ اس نے ایک mutual force structure ترتیب دیا اور پھر وسطی اور مشرقی یورپ کے سابقہ وارسا پیکٹ کے ممالک تک پہنچنے کا راستہ بنایا۔ جس پر عملدرآمد کے لیے جنوری ۱۹۹۶ میں معاہدہ برسلز کے ذریعے Combine Joint Task Force (CJTF) بنائی۔ یہ وہ خیال تھا جو پہلے ہی معاہدے روم جو کہ نومبر ۱۹۹۱ میں ہوا تھا، میں زیرِ بحث لایا گیا تھا۔(۳۸) یہ معاہدہ بعد میں Partnership for Peace (PfP) میں اپنے عروج پر پہنچا۔

۱۹۸۹ کے بعد نیٹو کے ارکان نے یہ فیصلہ کیا کہ نیٹو میں اضافی طور پر کچھ ایسی چیزوں کو شامل کیا جائے کہ نیٹو کے رکن ممالک کے ساتھ ساتھ کچھ دوسرے یورپی ممالک بھی ان سہولیات سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ نیٹو کے سیکرٹری جنرل ہیوئیر سولانا

کے خیال میں اب کمیونسٹ خطرہ ٹل چکا ہے۔لیکن اس اتحاد کو چاہیے کہ اب اسلام کے خطرے کے آگے اپنے آپ کو تیار رکھے۔(۳۹)اس کے بعد امریکا کے دباؤ میں آ کر اس بحث کا آغاز کیا گیا کہ بحرالکاہل جیسے نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا میں اپنے تعلقات بڑھائے جائیں تا کہ دنیا میں جولڑائی کے خطرات بڑھ رہے ہیں،ان میں اپنا کردارادا کیا جا سکے۔(۴۰)

ایک عام سیاسی سوچ کے لیے مغربی فوجی بلاک نیٹو کا اس طرح کا ہمہ گیر پھیلاؤ کسی بھی طرح کے عقلی واصولی جواز سے محروم ہے۔کیونکہ درحقیقت ہم عصر دنیا میں نیٹو اپنی طرز کا واحد مضبوط فوجی بلاک رہ گیا ہے۔اور دنیا بھر میں ریاستوں کا کوئی بھی فوجی گروپ یا علیحدہ عظیم طاقت نہیں ہے جو نیٹو کے خلاف کھڑی ہو سکے۔نیٹو کی متحدہ فوجی طاقت اتنی زیادہ ہے کہ خود امریکا اور اس کے اتحادی بھی بعض اوقات اس بلاک کے پاس موجود نیوکلیائی اسلحہ کی بعض اقسام میں کمی کی تجاویز دیتے رہتے ہیں۔(۴۱) نیٹو اپنی نیوکلیائی حکمتِ عملی کی مناسب طریقے سے وضاحت نہ کرسکا۔جس کی وجہ سے نیٹو کی نیوکلیائی حکمتِ عملی دراصل امریکی حکمتِ عملی سمجھی گئی۔(۴۲)

سرد جنگ کے بعد نیٹو نے یوگوسلاویہ اور کوسوو کے مسئلے پر کردارادا کیا۔امریکا نے سرب ٹھکانوں پر نیٹو کے حملوں کا یہ جواز پیش کیا کہ یہ حملے یورپ تک جنگ کے اثرات روکنے کے لیے کیے گئے۔جبکہ ان حملوں کے بعد سرب فوج نے کوسوو پر مزید حملے اور مسلمانوں پر مظالم کا سلسلہ شروع کر دیا۔(۴۳)

دراصل سرد جنگ کے بعد یوگوسلاویہ کی جنگ نے یورپ کی فوجی کمزوری اور اس کے درمیان اختلافات کو مزید اجاگر کیا۔ان کے پاس نیٹو سے مدد کی درخواست کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔جس پر اقوامِ متحدہ فیصلہ دیا کہ نیٹو اس کے مسلح نمائندے کے طور پر کام کرے۔کوسوو کی جنگ نے اس عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔امریکا نے مکمل طور پر اقوامِ متحدہ کے بغیر ہی یہ جنگ لڑنے کا فیصلہ کرلیا اور بلاشرکت غیرے نیٹو کے استعمال کی راہ اختیار کی۔جس میں فرانس بھی شامل تھا۔(۴۴) اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے بین الاقوامی ماہرین کے ذہن میں جو پہلا سوال ابھرتا ہے وہ یہ کہ جب اقوام متحدہ جیسا ایک وسیع ادارہ موجود ہے تو پھر نیٹو تنظیم کی کیا ضرورت باقی ہے؟

نیٹو کا قیام ۱۹۴۹ میں ہوا اور دوسری طرف ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اقوام متحدہ کا ادارہ دوسری جنگ عظیم کے فوراً بعد قائم ہوا۔اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ نیٹو کے قیام سے پہلے ہی دنیا میں ایک ایسا ادارہ وجود میں آ چکا تھا جو کہ بین الاقوامی تنازعات کو حل کرتا اور عالمی طاقت کے توازن کو برقرار رکھتا۔لیکن تاریخ گواہ ہے کہ اس تنظیم نے اپنے مقاصد کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔اگر یہ تنظیم صحیح طور پر اپنے فرائض انجام دیتی تو کسی اور تنظیم کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔سرد جنگ کے بعد جب سے دنیا میں ایک طاقتی نظام وجود میں آیا ہے،اقوامِ متحدہ کا کردار کافی حد تک کم ہوگیا ہے۔اقوام متحدہ کی ناکامی کی وجہ اس کا حقِ تنسیخ (Veto Power) نظر آتا ہے۔جن ممالک کو یہ حق حاصل ہے وہ اس تنظیم کو انصاف سے کام نہیں لینے دیتے۔اقوام متحدہ اگر کسی مسئلے پر ایکشن لینے کا فیصلہ کرتی بھی ہے تو کوئی نہ کوئی ویٹو پاور اسے منسوخ کروادیتی ہے۔ یہاں

پر ’’جس کی لاٹھی اس کی بھینس‘‘ والا محاورہ صادق آتا ہے۔ جس طرح نیٹو میں امریکا حاوی نظر آتا ہے بالکل اسی طرح اقوامِ متحدہ کے فیصلوں کا دارومدار بھی امریکہ پر ہوتا ہے۔ اس کی بہترین مثال یہ ہے کہ سرد جنگ کے فوراً بعد امریکا نے جب ۱۹۹۱ عراق کے خلاف کارروائی کی، وہ بالکل غیر قانونی تھی۔ اس کاروائی کے لیے امریکا نے دوسرے نیٹو رکن ممالک مثلاً فرانس، برطانیہ، جرمنی، ترکی اور یونان پر زور ڈالا کے وہ اس میں حصہ لیں۔ یہاں نیٹو نے اپنے اتحاد سے باہر کام کیا۔ نیٹو جسے کمیونزم کے خاتمے کے لیے سوویت یونین کے خلاف بنایا گیا تھا جبکہ عراق کمیونسٹ ملک نہیں تھا اور نہ ہی وہ امریکا اور یورپی ممالک کے لیے خطرہ تھا۔ اس وقت امریکا نے نیٹو ممالک کے ساتھ مل کر ایک اتحاد بنایا مگر اس کو نیٹو کے آپریشن کے طور پر نہیں لیا گیا۔ (۴۵)

یوں تو اقوامِ متحدہ کے بہت سے ذیلی ادارے وجود میں آئے۔ لیکن خاص طور پر "UDHR" کا تذکرہ ضروری ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق براہِ راست انسانی حقوق سے ہے Universal Declaration of Human Rights اقوامِ متحدہ کا ایک ایسا ادارہ ہے جس کی شقوں کے مطابق کسی بھی انسان کو چاہے وہ دنیا میں کہیں بھی ہو اس کا تعلق کسی بھی رنگ، مذہب، قوم یا زبان سے ہو، اسے تمام طرح کی قومی آزادی اور حقِ خود ارادیت حاصل ہوگا۔ اور اس ادارے کا مقصد دنیا میں آزادی، انصاف اور امن کو قائم رکھنا ہے۔ (۴۶) یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ کیا اقوامِ متحدہ اپنے ہی بنائے ہوئے قواعد وضوابط پر عمل پیرا ہے؟

سرد جنگ کے خاتمے کے بعد کیے جانے والے امریکی فیصلوں نے نیٹو کے دائرہ کار کو مزید وسیع کر دیا۔ اور یوں اس علاقے میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا جہاں نیٹو مداخلت کر سکتی تھی۔ اب سابق مشرقی بلاک کے ممالک بھی اس میں شامل ہو چکے ہیں۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ صرف امریکا ہی ان ممالک کے تحفظ کی ضمانت فراہم کر سکتا ہے۔ (۴۷)

پولینڈ، چیک ریپبلک اور ہنگری جو سابقہ وارسا پیکٹ کے ارکان تھے، کہ نیٹو کے دائرے میں آتے ہی نیٹو نہ صرف اپنی ترجیحات اور ایجنڈے میں تبدیلی لایا ہے بلکہ اس نے ایک نئی اصطلاح کو بھی جنم دیا ہے جسے "Out of area opeation" کا نام دیا گیا ہے۔ اس آپریشن سے نیٹو جواب تک ایک برِّاعظم تک محدود تھا، اب بین الاقوامی کھلاڑی کی حیثیت سے سامنے آیا اس طرح اس کے اراکین کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ جو ۱۹۴۹ میں ۱۶ تھی وہ ۲۰۰۹ میں ۲۸ ہوگئی۔ لیکن اس وسعت نے اس کی ذمہ داریوں کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ ۴ اپریل ۲۰۰۹ کو نیٹو کی ساٹھویں سالگرہ کے موقع پر یہ بات واضح ہوگئی کہ نیٹو کو اپنے اس پندرہ سالہ out of area operation کی وجہ سے اپنے نظریے میں جن میں نیٹو کو بین الاقوامی امور اور مسائل کا سامنا کرنا پڑتا تھا، میں ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ خاص طور پر بلقان اور افغانستان میں۔ (۴۸)

درج ذیل میں ہم بلقان، پاکستان، افغانستان اور عراق میں نیٹو کی کاروائیوں کا جائزہ لیں گے۔

خطّہ بلقان میں نیٹو کی کارروائیاں:

یورپ کا قلب کہلانے والے خطے بلقان میں سرد جنگ ختم ہونے کے فوراً بعد ہی ایک بڑی جنگ چھڑ جانے کے خطرات کے لیے خطّے میں موجود ہٹلر سلوبورین میلوسوک عظیم تر سربیا بنانے کے لیے خطے میں موجود دیگر قوتوں کو ختم کرنے کی سرگرمیوں میں مصروف عمل رہا۔اس نے پہلے کروشیاؤں کو مسلمانوں سے لڑایا۔ پھران دونوں کو کمزور کرکے ان کی نسل کشی کا عمل شروع کر دیا۔اس کی نسل کشی کی اس فہرست میں بوسنیا، مقدونیہ، البانیہ اور کوسووشامل تھے۔اور یہ نسل پرستی ہی تھی جس نے ۱۹۹۲ میں بوسنیا میں حالات خراب کرکے جنگ کا جواز پیدا کیا۔میلوسوک کے دوبارہ اقتدار میں آنے سے کوسوو میں نفرتوں میں اضافہ ہوا۔میلوسوک کی ان ظالمانہ کارروائیوں کو روکنے کے لیے امریکا اور نیٹو کو مداخلت کرنی پڑی۔(۴۹)

سب سے پہلے اس طوفان خیز خطّے کے مرکزی ملک بوسنیا پر نظر ڈالی جائے تو یہاں سربوں کی کارروائیوں کے سلسلے میں اگست ۱۹۹۵ میں ایک معاہدہ طے پایا گیا جسے ''ڈیٹن امن معاہدہ'' کہا جاتا ہے۔یہ معاہدہ امریکا کی قیادت میں کیا گیا اس معاہدے پر عمل درآمد کے لیے نیٹو کی ۶۰ ہزار افواج تعینات کی گئیں۔یہ بات واضح ہوگئی تھی کہ صرف نیٹو ہی امریکی قیادت میں امن قائم کرسکتی تھی۔اس معاہدے کے بعد بوسنیا میں قیامِ امن کی امید بندھی تھی مگر بعد میں کچھ وجوہات کی بناء پر اس معاہدے پر عمل درآمد ہوسکا۔(۵۰)

نیٹو کے حوالے سے جب مقدونیہ پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں بھی نسل کشی کا سلسلہ جاری تھا۔۱۹۹۵ میں معاہدہ ڈیٹن کی منظوری کے بعد یہ سمجھا جانے لگا کہ امریکا کی موجودگی مستقل امن قائم کرنے میں مددگار ثابت ہوگی۔لیکن یہ خیال غلط ثابت ہوا اور ۱۹۹۷ میں ی تنازعہ دوبارہ شروع ہوگیا۔لیکن اس کے باوجود مقدونیہ کی حکومت کا مفاد نیٹو کی حمایت ہی میں وابستہ تھا۔کیونکہ اس صورت میں اسے نیٹو کی رکنیت ملنے کا مطلب تھا کہ کم ازکم اپنا وجود برقرار رکھا جاسکے۔(۵۱) اسی طرح اگر کوسوو پر نظر ڈالیں تو کوسوو کے البانوی نژاد مسلمانوں کے خلاف سربوں کی فوجی کارروائی کا آغاز ہوا۔سربوں کی اس کارروائی کے جواب میں کوسوو کے مسلمانوں نے ایک عسکری تنظیم کوسودلبریشن آرمی (KLA) بنائی۔تاکہ مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا جواب دیا جاسکے۔۱۹۹۸ میں نیٹو اور امریکا نے اس فوج اور سربیا کے درمیان جنگ بندی کروادی۔کوسود کے البانوی مسلمانوں نے نیٹو اور امریکا کی یقین دہانیوں کے بعد امن سمجھوتہ قبول کرلیا۔یہ قبولیت امن قائم رکھنے کے لیے ایک بہت بڑی پیش رفت تھی۔سربوں نے ابتدائی مرحلے میں ہی حسب سابق امن معاہدے سے انحراف کیا۔اور اپنی کارروائیوں میں مزید شدّت پیدا کرلی۔مارچ ۱۹۹۹ میں جب سربوں نے سب کچھ تباہ وبرباد کردیا اور کوسوو پر ٹینکوں کی یلغار کردی تب نیٹو کو احساس ہوا کہ سرب مقررہ حد سے آگے نکل گئے ہیں۔نیٹو کے ۴۰۰ خطرناک اور جدید جنگی جہازوں سمیت ۶ بحری جہازوں نے جو طیّاروں اور جدید اسلحے سے لیس تیار کھڑے تھے، سربوں کے خلاف کارروائی کا آغاز کرتے

ہوئے فضائی حملوں کا سلسلہ شروع کیا ان حملوں نے بظاہر سربیا کی معیشت کو تباہ و برباد کر دیا لیکن اس کے باوجود کوسوو کے مسلمانوں کی نسل کشی کرنے سے سربوں کو روکا نہیں جا سکا۔ بہر حال جون ۱۹۹۹ میں البانیوں نے نیٹو کی ڈیمانڈ مان لی اور نیٹو نے اپنے امن دستے کوسوو میں امن بحال کرنے کے لیے تعینات کر دیے۔(۵۲)

نیٹو کے حملوں کا مقصد کوسوو کے مسلمانوں کی نسل کشی روکنے یا اس کو خود مختاری کی ضمانت دینے سے زیادہ یورپ کو تیسری جنگِ عظیم سے بچانے کی کوشش کرنا تھا۔ اب اگر اس کوشش کے نتیجے میں کوسوو کے مسلمانوں کو کچھ حاصل ہو جائے تو یہ بالکل دوسری بات ہے۔ یہ ایک بڑی حقیقت ہے کہ نیٹو نے خطے میں امن قائم کیا۔ تاہم کوسوو کا آئینی معیار ابھی تک متزلزل ہے جو مزید مسائل کا سبب بن سکتا ہے۔(۵۳)

پاکستان میں نیٹو کی کاروائیاں:

نیٹو کی سرگرمیوں پر جب ہم پاکستان کے حوالے سے نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اسی وقت بین الاقوامی طاقتوں نے پاکستان پر گہری نظر رکھی ہوئی ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں اب اگر ان کو کسی اسلامی ملک سے خطرہ ہے تو وہ پاکستان ہے۔ جس طرح 9/11 کے حملوں کے بعد پاکستان کی صورتحال کو بھی تبدیل کر دیا گیا۔ کیونکہ ایک مستحکم پاکستان کے ہوتے ہوئے بھارت کبھی بھی جنوبی ایشیا پر اپنا تسلط قائم نہیں رکھ سکتا۔(۵۴) 9/11 کے بعد جب سے امریکا نے دہشت گردی کا بہانہ بنا کر افغانستان کو نشانہ بنایا ہے، اُس وقت سے پاک امریکا تعلقات میں کئی نشیب و فراز آئے ہیں۔(۵۵)

۲۰۰۹ امریکا نے کوششیں شروع کر دیں کہ کسی طرح پاکستان اور افغانستان کو ایک ہی میدانِ جنگ بنا دیا جائے۔ اس حکمتِ عملی کے تحت تسلیم کیا گیا کہ ایک ملک کے مستحکم ہونے کی صورت میں دوسرا ملک مستحکم نہیں ہو سکتا۔ اس نقطے کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان کے لیے امریکی امداد میں اضافہ کیا گیا۔ چونکہ ۱۰۵اارب ڈالر سالانہ مقرر کی گئی۔ اس امداد پر شروع ہی سے نظر رکھی گئی کہ اسے کس طرح خرچ کیا جائے گا۔(۵۶) حال ہی میں جو سیلاب آیا اس میں پاکستان کا ۲۰ فیصد حصہ سیلاب کی نذر ہو گیا۔ اس سیلاب کے نتیجے میں تقریباً ۲ کروڑ لوگ بے گھر اور ہزاروں افراد ہلاک ہوئے۔ اس موقع کا امریکا اور دیگر مغربی ممالک نے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے امداد کی آڑ لے کر پاکستانی حکومت سے وہ مطالبے کیے جو پاکستان کی بقاء کے خلاف تھے۔ انہی میں سے ایک مطالبہ نیٹو کو پاکستانی حدود میں کارروائی کرنے کی اجازت دینا بھی نظر آ رہا ہے۔(۵۷)

دوسری طرف ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ایک غیر مستحکم افغانستان تین عشروں سے پاکستان کے لیے عدم استحکام کا سبب بنا ہوا ہے۔ پاکستان میں جاری دہشت گردی کے واقعات نہ صرف جنوبی ایشیاء میں بلکہ پوری دنیا میں تشویش کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ طالبان کے مراکز پر جو امریکی یا نیٹو افواج کی طرف سے حملے کیے جا رہے ہیں ان کا جواب وہ طالبان پاکستان کے شہروں میں خودکش حملوں اور ٹارگٹ کلنگ کے ذریعے دے رہے ہیں۔ ان سرگرمیوں کا بیرونی طاقتیں ناجائز

فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ پاکستان میں بدامنی اور عدم تحفظ کی ایک وجہ یہ بھی نظر آتی ہے کہ جب سے پاکستان نے امریکا کا دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا اس وقت سے ہی کچھ غیر ریاستی عوامل نے پاکستان سے انتقام لینا شروع کر دیا تھا جس کی بناء پر پاکستان میں تحفظ کی صورتحال تشویش کا شکار ہے اور اب امریکی صدر اوباما کی طرف سے افغانستان میں مزید کمک بھیجنے کے فیصلے نے پاکستان اور افغانستان کے مستقبل کو مزید غیر مستحکم کر دیا ہے۔(۵۸)

امریکا کی جانب سے پاکستان میں ڈرون حملوں کا سلسلہ پہلے ہی سے جاری تھا کہ اب امریکا اور نیٹو نے پاکستانی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہوائی حملے کرنے بھی شروع کر دیے ہیں۔ نیٹو افواج کی جانب سے پاکستانی حدود کی خلاف ورزی اور حملوں پر سیاسی و مذہبی جماعتوں نے سخت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے اسے پاکستان کی خودمختاری پر حملہ قرار دیا ہے۔(۵۹) دراصل جب نیٹو نے پہلا حملہ کیا تو پاکستانی حکومت نے اس پر کسی بھی قسم کا ردعمل ظاہر نہیں کیا جس کی بناء پر نیٹو نے مزید حملے شروع کر دیے۔(۶۰) نیٹو نے ان حملوں کا یہ جواز پیش کیا کہ کچھ دہشت گرد پاکستانی سرحد عبور کر گئے تھے اور نیٹو کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی جگہ کارروائی کر سکتی ہے۔(۶۱)

بعد میں عوامی دباؤ اور تنقید کو مدنظر رکھتے ہوئے پاک فوج نے نیٹو کی سپلائی لائن معطل کر دی۔(۶۲) پاکستانی حکومت نے بہت مضبوط مؤقف اختیار کرتے ہوئے نیٹو حکام سے پاکستانی حدود کی خلاف ورزی کرنے پر معافی مانگنے کا مطالبہ کیا ہے۔ ان کے مطابق نیٹو کو اقوام متحدہ کی طرف سے دیے گئے مینڈیٹ کی پاسداری کرنی چاہیے۔(۶۳) اس خلاف ورزی کے نتیجے میں سندھ کے شہر شکارپور میں نیٹو کے پچاس آئل ٹینکروں کو جلا دیا گیا۔ یہ عوامی رد عمل کا منہ بولتا ثبوت ہے۔(۶۴)

نیٹو کو پاکستانی حدود میں بار بار حملے کرنے کا حق کس نے دیا؟ اس کا جواب فی الحال کسی کے پاس نہیں ہے لیکن ان حملوں کے جواب میں عوامی ردّعمل شروع ہو چکا ہے۔ اب یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ اس کا اختتام کہاں ہوتا ہے۔

افغانستان میں نیٹو کی کارروائیوں کا جائزہ:

افغانستان تین عشروں سے حالت جنگ میں ہے۔ ۱۷ اکتوبر ۲۰۱۰ کو نیٹو اور امریکا کو افغانستان میں آئے ہوئے ۱۰ سال مکمل ہو گئے۔ دنیا کی طاقتور ترین افواج کی موجودگی میں نیٹو نے افغانستان میں کتنی کامیابی حاصل کی ہے یہ سب جانتے ہیں۔ اس دوران ایساف (ISAF) کی زیر نگرانی دنیا کے پچاس ترقی یافتہ ممالک کی تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار افواج افغانستان میں لڑ رہی ہیں۔ یہ نیٹو اور امریکا کی تاریخ کی سب سے لمبی اور خطرناک جنگ ہے۔ یہ نیٹو کی ایشیا میں پہلی جنگ ہے مگر افسوس کہ اس کے نتائج کا غلط اندازہ لگایا گیا۔ ۲۰۰۹ اور ۲۰۱۰ نیٹو اور امریکی افواج کے لیے افغان وار کا سب سے خوفناک سال ثابت ہوا ہے۔(۶۵) اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جون ۲۰۰۹ کو افغانستان میں جاری جنگ کے دورانیے کا سب سے زیادہ نیٹو افواج کی اموات کا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ جس میں ۷۶ بین الاقوامی افواج کے ارکان مارے گئے۔ جن میں امریکیوں کی تعداد ۴۶ تھی اس کے بعد جولائی میں یہ تعداد ۷۵ تھی۔ اور اکتوبر میں ۵۹ تھی۔

(۶۶)۲۰۰۹ میں امریکی صدر اوباما نے اقتدار سنبھالنے کے بعد اکیس ہزار اضافی فوجی افغانستان میں طالبان یلغار کے خاتمے اور القاعدہ کو شکست دینے کے لیے بھیجے۔(۶۷)

اگست ۲۰۰۹ میں افغانستان میں امریکی و نیٹو افواج کے اعلیٰ کمانڈر جنرل اسٹنلے مک کرسٹل کے مطابق افغانستان میں بین الاقوامی کوششوں کو شدید ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ زیادہ تر افغان اب بھی اس علاقے کے استحکام کی کوششوں کی حمایت کرتے ہیں۔ لیکن کسی موثر متبادل حکمت عملی یا کام کرنے والی مستحکم ریاست کے قیام کا دوسرا متبادل کوئی نہیں۔ ان میں سے کسی کی بھی غیر موجودگی میں طالبان جنوب اور مشرق کے بیشتر علاقوں پر پہلے ہی سے قابض ہو چکے ہیں۔ ایک بہتر حکمت عملی کے لیے جنرل کرسٹل نے غیر ملکی فوجوں کے رویے میں بڑی تبدیلیوں کے احکامات جاری کیے تاکہ انہیں مقامی آبادی میں احترام کا درجہ حاصل ہو سکے۔ ان کے مطابق اس تبدیلی اور پالیسی میں نرمی سے ممکنہ طور پر مغربی افواج کے جانی نقصانات میں مزید اضافہ ہوسکتا ہے۔(۶۸)

دوسری طرف امریکا اور یورپ میں رائے عامہ جنگ کے خلاف ہے۔ حکومتیں اس سچ کو قبول نہیں کر پا رہی ہیں۔ افغان ریاست کو مضبوط بنانا اس سے کہیں زیادہ مشکل کام ہے۔ خاص طور پر اگست ۲۰۰۹ کے صدارتی انتخابات کے بعد۔ کیونکہ ان انتخابات میں صدر حامد کرزئی کے خلاف دھاندلی کے الزامات عائد کیے گئے ہیں۔ جس کی بناء پر بین الاقوامی کوششیں متاثر ہوئی ہیں۔ چنانچہ افغانسان کے لیے آنے والے وقت میں اچھی امیدیں رکھنا بہت مشکل ہے جبکہ امریکی کمانڈر خود بھی غیر ضروری طور پر مایوسی کا شکار ہیں۔(۶۹)

عراق کے مسئلے پر نیٹو کا ردعمل:

عراق کے مسئلے پر امریکا کو ہمیشہ ہی بہت زیادہ حساس دیکھا گیا ہے۔ مارچ ۲۰۰۳ میں عراق پر امریکا کی چڑھائی کے ساتھ ہی امریکا اور نیٹو ارکان کے درمیان اختلافات کا سلسلہ شروع ہوا۔ عراق کے مسئلے پر نیٹو کے ردّعمل کا ذکر نہ کرنا ناانصافی ہوگی۔ نیٹو کا عراق کے خلاف مہم میں کوئی کردار نہیں اس سے ظاہر ہے کہ نیٹو اس مسئلے کو امریکہ کی ذاتی جنگ سے تعبیر کرتا ہے اور اس کے رکن ممالک اس جنگ کو اپنی جنگ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں نیٹو اپنے آرٹیکل نمبر ۵ کے تحت امریکا کی مکمل مدد کا پابند ہے۔ اور اس کا ثبوت افغانستان میں طالبان اور القاعدہ کے خلاف جنگ میں کثیر ملکی افواج کا حصہ لینا تھا۔ تاہم نیٹو نے عراق کے خلاف امریکی مہم جوئی کو دہشت گردی کے خلاف جنگ سے الگ سمجھا۔

خلاصہ بحث:

نیٹو کے قیام کا مقصد کمیونزم کے پھیلاؤ کو روکنے کے ساتھ ساتھ علاقائی سطح پر تحفظ کی صورتحال کو بہتر بنانا تھا۔(۷۰) یہ اتحاد تقریباً ۶۱ سالہ تاریخ رکھتا ہے۔ گذشتہ تین دہائیوں میں اتحادی ممالک کے درمیان تعلقات میں اہم معاملات کے حوالے سے کمی بیشی آئی ہے۔ گذشتہ عرصے میں حکمت عملی میں توازن رہا۔(۷۱) جو کہ ۱۹۸۹ میں کمیونزم کے تسلط کے خاتم

ہونے کے ساتھ اور مشرقی یورپی ممالک کے کمیونزم سے آزاد ہونے کے باعث دنیا میں طاقت کا توازن بگڑ گیا اور امریکا واحد سپر پاور کی حیثیت سے سامنے آیا۔

بہر حال گذشتہ عرصہ کی ڈرامائی تبدیلیوں کے باوجود یورپ کے استحکام کے لیے نیٹو کی خدمات متنازع رہی ہیں۔ یہ وہ واحد ادارہ ہے جو امریکا کو یورپ سے وابستہ کرتا ہے۔اور جرمنی کا ایک سپر طاقت کے ساتھ تعلق قائم کرتا ہے۔گذشتہ صدی میں امریکی فوج نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ یورپ کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔امریکی موجودگی مغربی جرمنی کو یہ یقین دلاتی ہے کہ انہیں تحفظ حاصل ہے۔وارسا معاہدے کے بعد بھی اس کے سابقہ رکن ممالک روس سے یورپ کے غلبے کے بارے میں فکرمند چلے آرہے ہیں اور صرف نیٹو کی توسیع کے ذریعے وسطی اور مشرقی یورپ کے ممالک کو اس بات کی ضمانت دی جاسکتی ہے کہ وہ روس سے محفوظ ہیں۔

مختصراً یہ کہہ سکتے ہیں کہ بشمول امریکا مغربی یورپ کی کئی ریاستیں نیٹو اتحاد میں رکنیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے چند ایک اس کے فوجی اتحاد میں مکمل تعاون کی حامی نہیں ہیں۔اس معاہدے کی رو سے نیٹو رکن ممالک کسی بھی وقت کسی بھی نیٹو رکن ملک پر حملے کو اجتماعی حملہ سمجھتے ہوئے مقابلہ کریں گے۔ یہ نہ صرف جنگ کے دنوں میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے بلکہ زمانہ امن میں بھی اس اتحاد میں شامل ممالک اطلاعات اور فوجی پالیسیوں وغیرہ میں تعاون کریں گے اور جنگی مشقیں کرنے میں ایک دوسرے کے مددومعاون ہوں گے۔ یہ اتحاد اس قول پر پورا اترتا ہے۔ One for all and all for one (۷۲)

دوسری طرف نیٹو کے out of area operations کو لیا جائے تو اس کے نتائج سب کے سامنے ہیں۔امریکی صدر اباما کو چاہیے کہ نیٹو فورسسز کی طرف سے افغانستان پر کی گئی کاروائیوں پر جن میں ہزاروں مسلمانوں کا جانی ومالی نقصان ہوا ہے، اس پر ان تمام لوگوں سے معافی مانگیں۔ان کاروائیوں میں نہ صرف بے گناہ مسلمان مرے ہیں بلکہ مغربی فوجی دستوں کی تعداد ۲۰۰۱ سے لیکر اب تک دو ہزار ہوگئی ہے۔ان میں ۲۲۶، ۱امریکی، ۳۳۱ برطانوی اور ۴۴۵ دوسرے ممالک جن میں کینیڈا، نیدرلینڈ اور جرمنی کے ساتھ ساتھ غیر نیٹو رکن ممالک کے فوجی دستے شامل ہیں۔(۷۳)

یہ حقیقت ہے کہ افغان قبائل نے ماضی میں جس طرح دو سابقہ سلطنتوں یعنی برطانیہ اور روس کو سبق سکھایا، اور اسی طرح کا رویہ وہ نیٹو کے ساتھ بھی اختیار کر سکتے ہیں۔اگر نیٹو کے اعلیٰ حکام نے دانشمندی اور دوراندیشی سے کام نہ لیا تو انہیں بھی روس اور برطانیہ کی طرح ہزیمت کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔(۷۴)

مراجع وحواشی:

1. Gupta, M.G, (1986(, Foreign Policies of Major World Powers, Y.K. Publishers, India, p.20.

2. NATO Enlargment http://www.nato.int/cps/en/natolive/topics49212.htm.

3. Sattar,Noman,"Nato at 40: an Assesment", (1989-90) Journal of European Studies, Vol, 5 and 6, no 2 and 1, July and January 1989- 90, Area Study Center for Europe, Karachi, p.20,21

4. Cyr, Arthur, (1987), US Foreign Policy and European Security, st, martin's press, New York, p.91

5. Ibid, p. 146.

6. Shada Islam, "European Peace-Keeping Operations-Amibitions Goals, Evolving Instruments" p.3

7. Cyr, Arthur, *Op. cit, p.* 61　　8. Ibid, p. 164

9. ڈاکٹر ہنری کسنجری، جنگ، جون ۶، ۱۹۹۵

10. Cyr, Arthur, *Op. cit, p.* 147　　11. Sattar , Noman , op.cit, pg 27

12. Daniel, Charless, (1987), Nuclear Planning in NATO, Bellinger Publishing Company, Cambridge, p. 16

12. شاہد سجاد، روزنامہ اوصاف (آف ڈے میگزین)، اپریل ۶، ۲۰۰۳

13. Cyr, Arthur, *Op. cit, p.* 123

14. Khorr, Klavs, (1959), NATO and American Security, Princeton University Press, New Jersey, p. 43

15. Calvocoressi, Peter, (1996), World Politics Since 1945, Longman Publishing, New York, p. 213

16. *Ibid*　　17. *Ibid,* p. 211　　18. *Ibid,* p.212,213

19. Cyr, Arthur, *op.cit. p.* 42　　20. Charless, Daniel, *op.cit, p.*9　　21. *Ibid,* p.16

22. Andreas Rieck, American and European Security in the post cold war Era, in Us-European relations in the contemporary international developing world, Naveed Ahmed Tahir (ed.), Area Study Centre for July, 2004, p. 31

23. *Ibid*, p. 35　　24. *Ibid*

25. Berger, Elfride Regels, philippe de Schoutheete de Terravent, wolf gang Wesels, (1997), Foreign policy of the European Union from EPC and beyond, Lynne Rienner publisher, USA, p.2

26. Hagen, Lawrences S (ed.), The Crisis in Western Security, Croom Helm ltd, London, p.10

27. Dashwood Alan (ed.), (2000), The General Law of EC External Relations, sweet & Maxwell,London, p. 525

28. Khorr, Klavs, *op.cit, p.* 3

29. Cyr, Arthur, *op.cit. p.* 17

30. Ambassador Robert Simmons, NATOs The Changing role of NATO Proceeding of Roundtable seminar, April 2006, The Institute of strategic studeis, Islamabad (ISSI), 2005, p. 5

31. خرم نیازی روزنامہ جنگ، جولائی ۳، ۱۹۹۱

32. Kahiler, Miles, (1996), Europe and America A Return to History, Beritelsman Foundation Publishers. USA, P.10

33. Cyr, Arthur, *op.cit, p.* 2

34. احمد ڈاکٹر ریاض، (۲۰۰۴)، مغربی یلغار، اجالا پرنٹرز، لاہور

35. Ambassadoir Robert Simmons, *op. cit, p.* 6

36. *Ibid*

37. ڈاکٹر محمود الرحمٰن فیصل، ''نیٹو کا زوال''، پبلک، فروری ۲۶، ۱۹۹۶

38. Shah, Syed Imdad, Nato's Role in Europe and Beyond: Implication for the Muslim World, (2005-6), Journal of European Studies, Area Study Center for Europe, Karachi, p. 107

39. ibid

40. Dawn, June 5, 2996

41. ڈاکٹر مصدق حسین، ''نیٹو کے پھیلاؤ پر روس کی تشویش! ایک جائزہ''، مشرق، مارچ ۱۵، ۱۹۹۷ء

42. Daniel, Charless, (1987), Nuclear Planning in NATO, Bellinger Publishing Company, Cambridge, p. 16

43. نیٹو کا سربراہی اجلاس: ''جنگ بندی کے لیے یوگوسلاویہ کی اپیل مسترد''، نوائے وقت، اپریل ۲۵، ۱۹۹۹ء

44. شاہد سجاد، ایضاً

45. Shah, Syed Imdad, op.cit, p.106

46. Universal Decleration of Human Rights. www.hrcr.org/docs/universal_dDcl.html

47. شاہد سجاد، ایضاً

48. Ahmer, Moonis, (2008-9)Journal of European Studies, Area Study Center for Europe, Karachi,

49. Zahid, Farhan,"Macedonia: at the Brink of Civil War" (2001), Journal of Europe Studies, Vol. 17, no. 2, July, Area Study Certer for Europe, Karachi, p.52

50. ''بوسنیا میں قیامِ امن کے لیے امریکی کردار۔۔۔۔۔بل کلنٹن سابق صدر امریکا''، ایکسپریس، نومبر ۲۵، ۲۰۰۵ء

51. Perry, Duncan, "Macedonias Quest for Security", (2000), Current History, March p. 135

52. Timelines of Wrold History, (2002), Dorling Kindersley ltd, London, p.453

53. Hatipoglu, Esra, "The Role of the EU and the US in the Balkan Conflict", in US. European Relations in the Contenporary International setting Implications for the Developing World, Naveed Ahmed Tahir (ed.) (2004), Area Study Center for Europe, Karachi, p.214

54. ہفت روزہ ندائے ملت، نوائے وقت، لاہور، اکتوبر ۲۰۱۰، صفحہ نمبر ۵۳

55. ایضاً، صفحہ نمبر ۱۱

56. رحیم اللہ یوسف زئی، ''افغانستان میں مزید فوج!''، کیسا ہوگا ۲۰۱۰، جنگ میڈیا گروپ، صفحہ نمبر ۴۵

57. ندائے ملت، ایضاً صفحہ نمبر ۵۳

58. رحیم اللہ یوسف زئی، ایضاً

59 ندائے ملت، ایضاً صفحہ نمبر ۱۱

60 ایضاً، صفحہ نمبر ۱۰

61 ایضاً، صفحہ نمبر ۲۷

62 ایضاً صفحہ نمبر ۱۰

63 ایضاً صفحہ نمبر ۱۱

64 ایضاً صفحہ نمبر ۱۰

65 ایضاً صفحہ نمبر ۵۳

66. most deally month for nato forces in Afghanistan http:www.cbsnews.com/stories/2010/06/23w/orld/main66111165.shtmal

67 رحیم اللہ یوسف زئی، ایضاً

68 جیمز آسٹل، ''افغانستان سے فرار کے راستے''، کیسا ہوگا ۲۰۱۰، ایضاً، صفحہ نمبر ۴۱

69 ایضاً

70. Cyr, Arthur, *op. cit, p.* 1

71. *Ibid, p.* 10

72. Charles, Daniel, *op. cit, p.* 9

73. http://www.allvoices.com/contributed-news/6538842-nato-terror-s yndiate-puppet-regimes-in-iraq-and-afghanistan1-dr-abdul-ruff-coachal

74. Dawn, April,5,2005

ضمیمہ نمبرا:

* نیٹو/ISAF میں درج ذیل ممالک کے فوجی دستوں کی تعداد:

ممالک	تعداد	ممالک	تعداد	ممالک	تعداد
البانیہ	۲۵۷	آرمینیا	۴۰	آسٹریلیا	۲۵۵۰
آسٹریا	۳	آزربائیجان	۹۰	بیلجیم	۴۰۱
بوسنیا۔ ہرزیگووینا	۴۵	بلغاریہ	۵۱۶	کینیڈا	۲۹۲۲
کروشیا	۳۰۰	چیک ری پبلک	۴۶۸	ڈنمارک	۷۵۰
اسٹونیا	۱۳۶	فن لینڈ	۱۵۰	فرانس	۳۷۵۰
جیورجیا	۹۲۵	جرمنی	۴۳۸۸	یونان	۸۰
ہنگری	۵۰۷	آئس لینڈ	۵	آئرلینڈ	۷
اٹلی	۳۳۰۰	اردن	۰	لیٹویا	۱۵۵
لیتھونیا	۲۲۰	لکسمبرگ	۹	منگولیا	۳۶
مونٹی نیگرو	۳۱	نیدرلینڈ	۳۸۰	نیوزی لینڈ	۲۳۱
ناروے	۳۵۱	پولینڈ	۴۱۷	پرتگال	۱۲۶
کوریا	۲۴۶	رومانیہ	۱۶۴۸	سنگاپور	۳۶
سلوواکیہ	۳۰۰	سلوونیہ	۷۲	اسپین	۱۵۷۳
سویڈن	۵۰۰	مقدونیہ	۱۶۱	ترکی	۱۷۹۰
یوکرائن	۳۱	متحدہ عرب امارات	۳۵	برطانیہ	۹۵۰۰
امریکا	۹۰,۰۰۰	ملائیشیا	۴۰		

International Security Assistance Force

* Source: http://www.isaf.nato.int/troop-numbers-and-contributions/index.php